سلسلہ اصلاحی خطبات ۱۸

سودی نظام کی خرابیاں

اور اس کا متبادل

یمحق اللہ الربا

اللہ سود کو مٹاتے ہیں

بینک

قرضے

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی

میمن اسلامک پبلشرز

فہرست مضامین

"سود کو قرآن کریم نے اتنا بڑا گناہ قرار دیا کہ شاید کسی اور گناہ کو اتنا بڑا گناہ قرار نہیں دیا۔ چناں چہ فرمایا کہ "اگر تم سود نہیں چھوڑو گے تو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے اعلان جنگ سن لو" یہ اعلان جنگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور گناہ پر نہیں کیا گیا۔ چنانچہ جو لوگ شراب پیتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ ہے یا جو لوگ خنزیر کھاتے ہیں یا جو لوگ زنا کاری کرتے ہیں یا جو لوگ چوری کرتے ہیں ان کے بارے میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ ہے لیکن "سود" کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ سودی معاملات نہیں چھوڑتے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے اعلان جنگ ہے اس پر اتنی سخت اور سنگین وعید نازل ہوئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُودی نظام کی خرابیاں

اور اس کا متبادل

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، واشهد ان سيدنا وسندنا ونبينا ومولانا محمداً عبده ورسوله، صلى الله تعالى عليه وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليماً كثيراً، اما بعد،

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم يمحق الله الربا ويربي الصدقات

(سورۃ البقرہ ۲۷۶)

آمنت بالله صدق الله مولانا العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

ونحن علی ذلک من الشاھدین والشاکرین، والحمد للہ رب العالمین

مغربی دنیا کے مسلمانوں کی مشکلات

میرے محترم بھائیو اور بہنو! آج کی اس نشست کے لئے جو موضوع تجویز کیا گیا ہے وہ "ربا" سے متعلق ہے۔ جس کو اردو میں "سود" اور انگریزی میں Usury یا Interest کہا جاتا ہے۔ اور غالباً اس موضوع کو اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یوں تو ساری دنیا میں اس وقت سود کا نظام چلا ہوا ہے۔ لیکن بالخصوص مغربی دنیا میں جہاں آپ حضرات قیام پذیر ہیں، وہاں بیشتر معاشی سرگرمیاں سود کی بنیاد پر چل رہی ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو قدم قدم پر یہ مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ وہ کس طرح معاملات کریں اور سود سے کس طرح چھٹکارا حاصل کریں۔ اور آج کل مختلف قسم کی غلط فہمیاں بھی لوگوں کے درمیان پھیلائی جا رہی ہیں کہ آجکل معاشی زندگی میں جو Interest چل رہا ہے وہ در حقیقت حرام نہیں ہے اس لئے کہ یہ اس "ربا" کی تعریف میں داخل نہیں ہوتا جس کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا تھا۔ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے اس وقت یہ موضوع دیا گیا ہے کہ میں Interest کے موضوع پر جو بنیادی معلومات ہیں وہ قرآن و سنت اور موجودہ حالات کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کروں۔

سودی معاملہ کرنے والوں کے لئے اعلان جنگ

سب سے پہلی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ "سود" کو قرآن کریم نے اتنا بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ شاید کسی اور گناہ کو اتنا بڑا گناہ قرار نہیں دیا۔ مثلاً شراب نوشی، خنزیر کھانا، زنا کاری، بدکاری وغیرہ کے لئے قرآن کریم میں وہ الفاظ استعمال نہیں کئے گئے جو "سود" کے لئے استعمال کئے گئے ہیں چنانچہ فرمایا کہ:

"یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا ان کنتم مومنین ○ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"

(سورۃ البقرۃ: ۲۷۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور "سود" کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو۔ اگر تمہارے اندر ایمان ہے، اگر تم "سود" کو نہیں چھوڑو گے، یعنی سود کے معاملات کرتے رہو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو "یعنی ان کے لئے اللہ کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے، یہ اعلان جنگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی گناہ پر نہیں کیا گیا۔ چنانچہ جو لوگ شراب پیتے ہیں، ان کے بارے میں یہ نہیں کہا گیا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ ہے یا جو خنزیر کھاتے ہیں انکے خلاف اعلان جنگ ہے اور نہ یہ کہا گیا کہ جو "زنا" کرتے ہیں ان کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ لیکن "سود" کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ سود کے

معاملات کو نہیں چھوڑتے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے اتنی سخت اور سنگین وعید اس پر وارد ہوئی ہے اب سوال یہ ہے کہ اس پر اتنی سنگین اور سخت وعید کیوں ہے؟ اس کی تفصیل انشاء اللہ آگے معلوم ہو جائے گی۔

"سود" کس کو کہتے ہیں؟

لیکن اس سے پہلے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ "سود" کس کو کہتے ہیں؟ "سود" کیا چیز ہے اس کی تعریف کیا ہے؟ جس وقت قرآن کریم نے "سود" کو حرام قرار دیا اس وقت اہل عرب میں "سود" کا لین دین متعارف اور مشہور تھا۔ اور اس وقت "سود" اسے کہا جاتا تھا کہ کسی شخص کو دیئے ہوئے قرض پر طے کر کے کسی بھی قسم کی زیادہ رقم کا مطالبہ کیا جائے اسے "سود" کہا جاتا تھا۔ مثلاً میں نے آج ایک شخص کو سو روپے بطور قرض دیئے۔ اور میں اس سے کہوں کہ میں ایک مہینے کے بعد یہ رقم واپس لوں گا اور تم مجھے ایک سو دو روپے واپس کرنا اور یہ پہلے سے میں نے طے کر دیا کہ ایک ماہ بعد ایک سو دو روپے واپس لوں گا۔ تو یہ "سود" ہے۔

معاہدہ کے بغیر زیادہ دینا سود نہیں

پہلے سے طے کرنے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر پہلے سے کچھ

طے نہیں کیا ہے۔ مثلاً میں نے کسی کو سو روپے قرض دے دیئے۔ اور میں نے اس سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ تم مجھے ایک سو دو روپے واپس کروگے، لیکن واپسی کے وقت اس نے اپنی خوشی سے مجھے ایک سو دو روپے دے دیئے۔ اور ہمارے درمیان یہ ایک سو دو روپے واپس کرنے کی بات طے شدہ نہیں تھی۔ تو یہ سود نہیں ہے اور حرام نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔

قرض کی واپسی کی عمدہ شکل

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب آپ کسی کے مقروض ہوتے تو وہ قرض خواہ قرض کا مطالبہ کرتا تو آپ وہ قرض کچھ زیادتی کے ساتھ بڑھتا ہوا واپس فرماتے، تاکہ اس کی دل خوش ہو جائے لیکن یہ زیادتی چونکہ پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتی تھی اس لئے وہ "سود" نہیں ہوتی تھی اور حدیث کی اصطلاح میں اس کو "حسن القضاء" کہا جاتا ہے، یعنی اچھے طریقے سے قرض کی ادائیگی کرنا۔ اور ادائیگی کے وقت اچھا معاملہ کرنا، اور کچھ زیادہ دے دینا، یہ "سود" نہیں ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ:

ان خیارکم احسنکم قضاء

(صحیح بخاری، کتاب الاستقراض۔ باب حسن القضاء حدیث نمبر ۲۳۹۳)

یعنی تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض کی ادائیگی میں اچھا معاملہ کرنے والے ہوں۔ لیکن اگر کوئی شخص قرض دیتے وقت یہ طے

کرلے کہ میں جب واپس لوں گا تو زیادتی کے ساتھ لوں گا، اس کو "سود" کہتے ہیں۔ اور قرآن کریم نے اسی کو سخت اور سنگین الفاظ کے ساتھ حرام قرار دیا۔ اور سورۃ بقرہ کے تقریباً پورے دو رکوع اس "سود" کی حرمت پر نازل ہوئے ہیں:-

قرآن کریم نے کس "سود" کو حرام قرار دیا؟

بعض اوقات ہمارے معاشرے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جس "سود" کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا تھا۔ وہ درحقیقت یہ تھا کہ اس زمانے میں قرض لینے والا غریب ہوتا تھا۔ اور اسکے پاس روٹی اور کھانے کے لئے پیسے نہیں ہوتے تھے اگر وہ بیمار ہے تو اس کے پاس علاج کے لئے پیسے نہیں ہوتے تھے اگر گھر میں کوئی میت ہو گئی ہے تو اسکے پاس اس کو کفنانے اور دفنانے کے پیسے نہیں ہوتے تھے، ایسے موقع پر وہ غریب بیچارہ کسی سے پیسے مانگتا تو وہ قرض دینے والا اس سے کہتا کہ میں اس وقت تک قرض نہیں دوں گا جب تک تم مجھے اتنا فیصد زیادہ واپس نہیں دو گے تو چونکہ یہ ایک انسانیت کے خلاف بات تھی کہ ایک شخص کو ایک ذاتی ضرورت ہے اور یہ بھوکا اور ننگا ہے ایسی حالت میں اس کو سود کے بغیر پیسے فراہم نہ کرنا ظلم اور زیادتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا۔ اور سود لینے والے کے خلاف اعلان جنگ کیا۔

لیکن ہمارے دور میں اور خاص طور پر بینکوں میں جو سود کے ساتھ روپے کا لین دین ہوتا ہے۔ اس میں قرض لینے والا کوئی غریب اور فقیر نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر اوقات وہ بڑا دولت مند اور سرمایہ دار ہوتا ہے اور وہ قرض اس لئے نہیں لیتا کہ اس کے پاس کھانے کو نہیں ہے، یا اس کے پاس پہننے کے لئے کپڑے نہیں ہے۔ یا وہ کسی بیماری کے علاج کے لئے قرض نہیں لے رہا ہے، بلکہ وہ اس لئے قرض لے رہا ہے تاکہ ان پیسوں کو اپنی تجارت اور کاروبار میں لگائے اور اس سے نفع کمائے۔ اب اگر قرض دینے والا شخص یہ کہے کہ تم میرے پیسے اپنے کاروبار میں لگاؤ گے۔ اور نفع کماؤ گے تو اس نفع کا دس فیصد بطور نفع کے مجھے دو۔ تو اس میں کیا قباحت اور برائی ہے؟ اور یہ وہ "سود" نہیں ہے جس کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا ہے، یہ اعتراض دنیا کے مختلف خطوں میں اٹھایا جاتا ہے۔

تجارتی قرض (Commercial Loan) ابتدائی زمانے میں بھی تھے

ایک اعتراض یہ اٹھایا ہے کہ یہ کاروباری سود (Commercial Interest) اور یہ تجارتی قرض (Commercial Loan) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھے، بلکہ اس زمانے میں ذاتی اخراجات اور ذاتی استعمال کے لئے قرضے لئے جاتے تھے لہذا قرآن

کریم اس کو کیسے حرام قرار دے سکتا ہے جس کا اس زمانے میں وجود ہی نہیں تھا۔ اس لئے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے جس "سود" کو حرام قرار دیا ہے، وہ غریبوں اور فقیروں والا "سود" تھا۔ اور یہ کاروباری سود حرام نہیں ہے۔

صورت بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی

پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی چیز کے حرام ہونے کے لئے یہ بات ضروری نہیں ہے کہ وہ اس خاص صورت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی پائی جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس انداز سے اس کا وجود بھی ہو۔ قرآن کریم جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی ایک حقیقت اس کے سامنے ہوتی ہے اور اس حقیقت کو وہ حرام قرار دیتا ہے چاہے اس کی کوئی خاص صورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہو یا نہ ہو اس کی مثال یوں سمجھئے کہ قرآن کریم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ اور شراب کی حقیقت یہ ہے کہ ایسا مشروب جس میں نشہ ہو اب آج اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ صاحب! آجکل کی یہ وہسکی (Whisky) بیئر (Beer) اور برانڈی (Brandy) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو پائی نہیں جاتی تھی۔ لہٰذا یہ حرام نہیں ہے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگر

چہ یہ اس خاص شکل میں موجود نہیں تھی، لیکن اس کی حقیقت یعنی "ایسا مشروب جو نشہ آور ہو" موجود تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام قرار دے دیا تھا۔ لہذا اب وہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی، اب چاہے شراب کی نئی شکل آجائے۔ اور اس کا نام چاہے وہسکی (Whisky) رکھ دیا جائے یا برانڈی رکھ لو یا بیئر رکھ لو یا کوک (Coke) رکھ لو، نشہ آور مشروب ہر شکل اور ہر نام کے ساتھ حرام ہے۔

اس لئے یہ کہنا کہ "کمرشل لون" چونکہ اس زمانے میں نہیں تھے بلکہ آج پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے حرام نہیں ہیں، یہ خیال درست نہیں۔

ایک لطیفہ

ایک لطیفہ یاد آیا ہندوستان کے اندر ایک گویا (گانے والا) تھا۔ وہ ایک مرتبہ حج کرنے چلا گیا۔ حج کے بعد وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جارہا تھا کہ راستے میں ایک منزل پر اس نے قیام کیا اس زمانے میں مختلف منزلیں ہوتی تھیں۔ لوگ ان منزلوں پر رات گزارتے اور اگلے دن صبح آگے کا سفر کرتے۔ اس لئے گویے نے راستے میں ایک منزل پر رات گزارنے کے لئے قیام کیا اور اس منزل پر ایک عرب گویا بھی آگیا، اور اس نے وہاں بیٹھ کر عربی میں گانا بجانا شروع کر دیا عرب

گویے کی آواز ذرا بھدی اور خراب تھی۔ مگر یہ الصوت تھا اب ہندوستانی گویے کو اسکی آواز بہت بری لگی۔ اور اس نے اٹھ کر کہا کہ آج یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گانا بجانا کیوں حرام قرار دیا تھا اس لئے کہ آپ نے ان بدوؤں کا گانا سنا تھا اس لئے حرام قرار دے دیا اگر آپ میرا گانا سن لیتے تو آپ گانا بجانا حرام قرار نہ دیتے۔

آج کل کا مزاج

آجکل یہ مزاج بن گیا ہے کہ ہر چیز کے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ صاحب! حضور اقدس صلی علیہ وسلم کے زمانے میں یہ عمل اس طرح ہوتا تھا۔ اس لئے آپ نے اس کو حرام قرار دے دیا۔ آج چونکہ یہ عمل اس طرح نہیں ہو رہا ہے لہٰذا وہ حرام نہیں ہے کہنے والے یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ خنزیروں کو اس لئے حرام قرار دیا گیا تھا کہ وہ گندے ماحول میں پڑے رہتے تھے غلاظت کھاتے تھے گندے ماحول میں ان کی پرورش ہوتی تھی اب تو بہت صاف ستھرے ماحول میں ان کی پرورش ہوتی ہے اور ان کے لئے اعلیٰ درجے کے فارم قائم کر دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا اب ان کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

شریعت کا ایک اصول

یاد رکھئے، قرآن کریم جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی ایک حقیقت ہوتی ہے اس کی صورتیں چاہے کتنی بدل جائیں اور اس

کو بنانے اور تیار کرنے کے طریقے چاہے کتنے بدلتے رہیں۔ لیکن اس کی حقیقت اپنی جگہ بر قرار رہتی ہے۔ اور وہ حقیقت حرام ہوتی ہے یہ شریعت کا اصول ہے۔

زمانہ نبوت کے بارے میں ایک غلط فہمی

پھر یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تجارتی قرضوں (Commercial Loan) کا رواج نہیں تھا۔ اور سارے قرضے صرف ذاتی ضرورت کے لئے لیے جاتے تھے اس موضوع پر میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے "مسئلہ سود" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس کا دوسرا حصہ میں نے لکھا ہے۔ اس حصہ میں میں نے کچھ مثالیں پیش کی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تجارتی قرضوں کا لین دین ہوتا تھا۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ عرب صحرانشین تھے تو اسکے ساتھ ہی لوگوں کے ذہن میں یہ تصور آتا ہے کہ وہ معاشرہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ وہ ایسا سادہ اور معمولی معاشرہ ہو گا جس میں تجارت وغیرہ تو ہوتی نہیں ہوگی اور اگر تجارت ہوتی بھی ہوگی تو صرف گندم اور جو وغیرہ کی ہوتی ہوگی۔ اور وہ بھی دس بیس روپے سے زیادہ کی نہیں ہوگی اس کے علاوہ کوئی بڑی تجارت نہیں

جوتی ہوئی عام طور پر ذہن میں یہ تصور بیٹھا ہوا ہے۔

ہر قبیلہ جائنٹ اسٹاک کمپنی ہوتا تھا

لیکن یاد رکھئے یہ بات درست نہیں عرب کا وہ معاشرہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس میں بھی آج کی جدید تجارت کی تقریباً ساری بنیادیں موجود تھیں۔ مثلاً آجکل "جائنٹ اسٹاک کمپنیاں" ہیں۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ چودہویں صدی کی پیداوار ہے اس سے پہلے "جائنٹ اسٹاک کمپنی" کا تصور نہیں تھا۔ لیکن جب ہم عرب کی تاریخ پڑھتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ عرب کا ہر قبیلہ ایک مستقل "جائنٹ اسٹاک کمپنی" ہوتا تھا اس لئے کہ ہر قبیلے میں تجارت کا طریقہ یہ تھا کہ قبیلے کے تمام آدمی ایک روپیہ دو روپیہ لا کر ایک جگہ جمع کرتے اور وہ رقم "شام" بھیج کر وہاں سے سامان تجارت منگواتے آپ نے تجارتی قافلوں (Commercial Caravan) کا نام سنا ہوگا۔ وہ "کاروان" یہی ہوتے تھے کہ سارے قبیلے نے ایک ایک روپیہ جمع کر کے دوسری جگہ بھیجا اور وہاں سے سامان تجارت منگوا کر یہاں فروخت کر دیا چنانچہ قرآن کریم میں یہ جو فرمایا کہ:

لایلاف قریش ایلافهم رحلة الشتاء والصیف

(سورۃ قریش: ۱)

وہ بھی اسی بناء پر کہ یہ عرب کے لوگ سردیوں میں یمن کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں شام کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں اور سردیوں کے یہ سفر محض تجارت کے لئے ہوتے تھے۔ یہاں سے سامان لے جا کر وہاں بیچ دیا وہاں سے سامان لا کر یہاں بیچ دیا اور بعض اوقات ایک ایک آدمی اپنے قبیلے سے دس لاکھ دینار قرض لیتا تھا اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ اس لئے قرض لیتا تھا کہ اس کے گھر میں کھانے کو نہیں تھا؟ یا اس کے پاس میت کو کفن دینے کے لئے کپڑا نہیں تھا؟ ظاہر ہے کہ جب وہ اتنا بڑا قرض لیتا تھا تو وہ کسی کمرشل مقصد کے لئے لیتا تھا۔

سب سے پہلے چھوڑا جانے والا سود

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سود کی حرمت کا اعلان فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

وربا الجاہلیۃ موضوع واول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فانہ موضوع کلہ،

(صحیح مسلم، کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۱۲۱۸)

یعنی (آج کے دن) جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو میں چھوڑتا ہوں وہ ہمارے چچا حضرت عباس کا سود ہے، وہ سب کا سب ختم کر دیا گیا، چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ آج کے دن میں ان کا سود جو دوسرے لوگوں کے ذمے ہیں وہ ختم کرتا ہوں اور روایات میں آتا

ہے کہ وہ دس ہزار مثقال سونا تھا۔ اور تقریباً ۴ ماشے کا ایک مثقال ہوتا ہے، اور یہ دس ہزار مثقال کوئی سرمایہ (Principal) نہیں تھا۔ بلکہ یہ سود تھا جو لوگوں کے ذمے اصل رقوم پر واجب ہوا تھا۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ وہ قرض جس پر دس ہزار کا سود لگ گیا ہو، کیا وہ قرض صرف کھانے کی ضرورت کے لئے لیا گیا تھا؟ ظاہر ہے کہ وہ قرض تجارت کے لئے لیا گیا ہو گا۔

عہد صحابہ میں بینکاری کی ایک مثال

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے یہاں بالکل ایسا نظام قائم کیا ہوا تھا جیسے آجکل بینکنگ کا نظام ہوتا ہے۔ لوگ جب ان کے پاس اپنی امانتیں لا کر رکھواتے تو یہ ان سے کہتے کہ میں یہ امانت کی رقم بطور قرض لیتا ہوں یہ رقم میرے ذمے قرض ہے۔ اور پھر آپ اس رقم کو تجارت میں لگاتے۔ چنانچہ جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو اس وقت جو قرض ان کے ذمہ تھا۔ اس کے بارے میں ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"فحسبت ما علیہ من الدیون فوجدتہ الفی الف ومائتی الف"

یعنی میں نے ان کے ذمہ واجب الاداء قرضوں کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ دینار نکلے۔

(مسئلہ سود ص ۱۱۳، بحوالہ طبقات لابن سعد، ص ۹، ج ۳)

لہٰذا یہ کہنا کہ اس زمانے میں تجارتی قرض نہیں ہوتے تھے، یہ بالکل خلاف واقعہ بات ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تجارتی قرض بھی ہوتے تھے، اور اس پر "سود" کا لین دین بھی ہوتا تھا، اور قرآن کریم نے ہر قرض پر جو بھی زیادتی وصول کی جائے اس کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ کمرشل لون پر انٹرسٹ لینا جائز ہے اور ذاتی قرضوں پر انٹرسٹ لینا جائز نہیں، یہ بالکل غلط ہے۔

سود مرکب اور سود مفرد دونوں حرام ہیں

اس کے علاوہ ایک اور غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے۔ وہ یہ کہ ایک سود مفرد (Simple Interest) ہوتا ہے اور ایک سود مرکب (Compound Interest) ہوتا ہے، یعنی سود پر بھی سود لگتا چلا جائے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرکب سود ہوتا تھا اور قرآن کریم نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ تو حرام ہے لیکن سود مفرد جائز ہے اس لئے کہ وہ اس زمانے میں نہیں تھا اور نہ ہی قرآن نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن ابھی قرآن کریم کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی اس میں فرمایا کہ:

"یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا"

(سورۃ البقرۃ: ۲۷۸)

یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ربا کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو، اس کو چھوڑ دو، یعنی اسکے کم یا زیادہ ہونے کا کوئی سوال نہیں یہ Rate Of Interest کے کم یا زیادہ ہونے کی بحث نہیں جو کچھ بھی ہو اس کو چھوڑ دو۔ اور اس کے بعد آگے فرمایا کہ:

وان تبتم فلکم رؤس اموالکم

(سورۃ البقرہ: ۲۷۹)

یعنی اگر تم ربا سے توبہ کر لو تو پھر تمہارا جو راس المال (Principal) ہے وہ تمہارا حق ہے اور خود قرآن کریم نے واضح طور پر فرما دیا کہ Principal تو تمہارا حق ہے لیکن اس کے علاوہ تھوڑی سی زیادتی بھی ناجائز ہے لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ سود مرکب حرام ہے اور سود مفرد حرام نہیں، بلکہ سود کم ہو یا زیادہ سب حرام ہے اور قرض لینے والا غریب ہو تب بھی حرام ہے اور قرض لینے والا امیر اور مالدار ہو تو بھی حرام ہے اگر کوئی شخص ذاتی ضرورت کے لئے قرض لے رہا ہو تو بھی حرام ہے اور اگر تجارت کے لئے قرض لے رہا ہو تو بھی حرام ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

موجودہ بینکنگ انٹرسٹ بالاتفاق حرام ہے

یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ تقریباً ۵۰، ۶۰ سال تک عالم اسلام میں بینکنگ انٹرسٹ (Banking Interest) کے بارے میں سوالات اٹھائے جاتے رہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بعض لوگ

کہتے ہیں کہ Compound Interest تو حرام ہے Simple Interest حرام نہیں ہے یا یہ کہنا کہ Commercial Loan پر حرام نہیں ہے وغیرہ۔ یہ اشکالات اور اعتراضات عالم اسلام میں تقریباً ۱۰۰ سال تک ہوتے رہے ہیں لیکن اب یہ بحث ختم ہوگئی ہے، اب ساری دنیا کے نہ صرف علماء بلکہ ماہرین معاشیات اور بینکرز بھی اس بات پر متفق ہیں کہ بینکنگ انٹرسٹ بھی اسی طرح حرام ہے، جس طرح عام قرض کے لین دین پر سود حرام ہوتا ہے اور اب اس پر اجماع ہو چکا ہے کسی قابل ذکر شخص کا اس میں اختلاف نہیں، اس کے بارے میں آخری فیصلہ آج سے تقریباً ۸ سال پہلے جدہ میں مجمع الفقہ الاسلامی (Islamic Fiqh Academy) جس میں تقریباً ۴۵ مسلم ملکوں کے سرکردہ علماء کا اجتماع ہوا اور جس میں، میں بھی شامل تھا۔ اور ان تمام ملکوں کے تقریباً ۲۰۰ علماء نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا کہ بینکنگ انٹرسٹ بالکل حرام ہے۔ اور اس کے جائز ہونے کا کوئی راستہ نہیں لہٰذا یہ مسئلہ تو اب ختم ہو چکا ہے کہ حرام ہے یا نہیں؟

کمرشل لون پر انٹرسٹ میں کیا خرابی ہے؟

اب ایک بات باقی رہ گئی ہے اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے، وہ یہ کہ شروع میں جیسا کہ عرض کیا تھا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف ذاتی ضرورت کے لئے قرضے لئے

جاتے تھے۔ اب اگر ایک شخص ذاتی ضرورت کے لئے قرض لے رہا ہے مثلاً اس کے پاس کھانے کو روٹی نہیں ہے یا میت کو دفنانے کے لئے کفن نہیں ہے اس کے لئے وہ قرض لے رہا ہے اور آپ اس سے سود کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ تو ایک غیر انسانی حرکت اور ناانصافی کی بات ہے، لیکن جو شخص میرے پیسے کو تجارت میں لگا کر نفع کمائے گا اگر میں نفع میں اس سے تھوڑا حصہ لے لوں تو اس میں کیا خرابی ہے؟

آپ کو نقصان کا خطرہ (Risk) بھی برداشت کرنا ہوگا

پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ کے کسی حکم میں چوں چرا کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے، اگر کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا۔ وہ حرام ہو گئی لیکن زیادہ اطمینان کے لئے یہ بات عرض کرتا ہوں تاکہ یہ بات اچھی طرح دل میں اتر جائے وہ یہ کہ اگر آپ کسی شخص کو قرض دے رہے ہیں۔ تو اس کے بارے میں اسلام یہ کہتا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات متعین کر لو، کیا تم اس کی کچھ امداد کرنا چاہتے ہو؟ یا اس کے کاروبار میں حصہ دار بننا چاہتے ہو؟ اگر قرض کے ذریعہ اس کی امداد کرنا چاہتے ہو تو وہ پھر آپ کی طرف سے صرف امداد ہی ہوگی، پھر آپ کو اس قرض پر زیادتی کے مطالبے کا کوئی حق نہیں، اور اگر اس کے کاروبار میں حصہ دار بننا چاہتے ہو تو پھر جس طرح نفع میں حصہ دار بنو گے اسی طرح

نقصان میں بھی اس کے حصہ دار بننا ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم صرف نفع میں حصہ دار بن جاؤ، نفع ہو تو تمہارا، اور اگر نقصان ہو تو وہ اس کا، لہٰذا جس صورت میں آپ اس کو کاروبار کے لئے پیسے دے رہے ہیں تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ کاروبار میں نقصان کا خطرہ (Risk) تو وہ برداشت کرے، اور نفع آپ کو مل جائے بلکہ اس صورت میں آپ اس کو قرض نہ دیں، بلکہ اس کے ساتھ ایک جوائنٹ انٹرپرائز، (Joint Enterprise) کیجئے، اور اس کے ساتھ "مشارکہ" اور پارٹنرشپ (Partnership) کیجئے۔ یعنی اس سے معاہدہ کریں کہ جس کاروبار کے لئے تم قرض لے رہے ہو۔ اس میں اتنا فیصد نفع میرا ہو گا۔ اور اتنا تمہارا ہو گا، اگر اس کاروبار میں نقصان ہو گا تو وہ نقصان بھی اسی نفع کے تناسب سے ہو گا لیکن یہ بالکل درست نہیں ہے کہ آپ تو اس سے یہ کہیں کہ اس قرض پر ۱۵ فیصد نفع آپ سے لوں گا۔ چاہے تمہیں کاروبار میں نفع ہو، یا نقصان ہو۔ یہ بالکل حرام ہے، اور سود ہے۔

آج کل کے انٹرسٹ کے نظام کی خرابی

آج کل انٹرسٹ (Interest) کا جو نظام رائج ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اوقات قرض لینے والے کو نقصان ہو گیا۔ تو اس صورت میں قرض دینے والا فائدہ میں رہا، اور قرض لینے والا نقصان میں رہا، اور بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ قرض لینے والے نے زیادہ شرح سے

نفع کمایا، اور قرض دینے والے کو اس نے معمولی شرح سے نفع دیا۔ اب قرض دینے والا نقصان میں رہا۔ اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے۔

ڈیپازیٹر ہر حال میں نقصان میں ہے

مثلاً ایک شخص ایک کروڑ روپیہ قرض لے کر اس سے تجارت شروع کرتا ہے۔ اب وہ ایک کروڑ روپیہ کہاں سے اس کے پاس آیا؟ وہ ایک کروڑ روپیہ کس کا ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ روپیہ اس نے بینک سے لیا۔ اور بینک کے پاس وہ روپیہ ڈیپازیٹرز کا ہے۔ گویا کہ وہ ایک کروڑ روپیہ پوری قوم کا ہے۔ اور اب اس نے قوم کے اس ایک کروڑ روپے سے تجارت شروع کی اور اس تجارت کے اندر اس کو سو فیصد نفع ہوا۔ اور اب اس کے پاس دو کروڑ ہو گئے، جس میں سے ۱۵ فیصد یعنی ۱۵ لاکھ روپے اس نے بینک کو دیئے، اور پھر بینک نے اس میں سے اپنا کمیشن اور اپنے اخراجات نکال کر بقیہ ۷ فیصد یا دس فیصد کھاتہ دار (Depesitors) کو دے دیئے، نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کا پیسہ تجارت میں لگا تھا، جس سے اتنا نفع ہوا ان کو تو سو روپے پر صرف دس روپے نفع ملا، اور یہ بیچارہ ڈیپازیٹر بڑا خوش ہے کہ میرے سو روپے اب ایک سو دس ہو گئے، لیکن اس کو یہ معلوم نہیں کہ حقیقت میں اس کے پیسوں سے جو نفع کمایا گیا اس کے لحاظ سے ایک سو کے دو سو ہونے چاہئے تھے، اور پھر دوسری طرف یہ دس روپے جو نفع اس کو ملا، قرض لینے والا اس کو دوبارہ اس سے واپس

وصول کر لیتا ہے۔ وہ کس طرح واپس وصول کرتا ہے؟

سود کی رقم مصارف میں شامل ہوتی ہے

وہ اس طرح وصول کرتا ہے کہ قرض لینے والا ان دس ڈبوں کو پیداواری اخراجات اور مصارف (Cost Of Production) میں شامل کر لیتا ہے مثلاً فرض کرو کہ اس نے ایک کروڑ روپیہ بینک سے قرض لے کر کوئی فیکٹری لگائی۔ یا کوئی چیز تیار کی تو تیاری کے مصارف (Cost) میں ۱۵ فیصد بھی شامل کر دیئے جو اس نے بینک کو ادا کئے۔ لہٰذا جب وہ پندرہ فیصد بھی شامل ہو گئے تو اب جو چیز تیار (Produce) ہو گی، اس کی قیمت پندرہ فیصد بڑھ جائے گی۔ مثلاً اس نے کپڑا تیار کیا تھا۔ تو اب انٹرسٹ کی وجہ سے اس کپڑے کی قیمت پندرہ فیصد بڑھ گئی۔ لہٰذا ڈیپازیٹر جس کو ایک سو کے ایک سو دس روپے ملے تھے۔ جب بازار سے کپڑا خریدے گا تو اس کو اس کپڑے کی قیمت پندرہ فیصد زیادہ دینی ہو گی، تو نتیجہ یہ نکلا کہ ڈیپازیٹر کو جو دس فیصد منافع دیا گیا تھا وہ دوسرے ہاتھ سے اس سے زیادہ کر کے پندرہ فیصد وصول کر لیا گیا۔ یہ تو خوب نفع کا سودا ہوا۔ وہ ڈیپازیٹر خوش ہے کہ مجھے سو روپے کے ایک سو دس روپے مل گئے۔ لیکن حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو اس کو سو روپے کے بدلے = / ۹۵ روپے ملے۔ اس لئے کہ وہ پندرہ فیصد کپڑے کی کوسٹ میں چلے گئے، اور دوسری طرف ۸۵ فیصد منافع اس قرض لینے والے کی جیب میں

چلے گئے۔

شرکت کا فائدہ

اور اگر شرکت پر معاملہ ہوتا، اور یہ طے پاتا کہ مثلاً ۵۰ فیصد نفع سرمایہ لگانے والے (Financier) کا ہوگا، اور ۵۰ فیصد کام کرنے والے تاجر کا ہوگا۔ تو اس صورت میں عوام کو ۱۵ فیصد کے بجائے ۵۰ فیصد نفع ملتا اور اس صورت میں یہ ۵۰ فیصد اس چیز کی لاگت (Cost) میں بھی شامل نہ ہوتا اس لئے کہ نفع تو اس پیداوار کی فروخت کے بعد سامنے آئے گا اور پھر اس کو تقسیم کیا جائے گا۔ اس لئے کہ سود (Interest) تو لاگت (Cost) میں شامل کیا جاتا ہے لیکن نفع (Profit) لاگت (Cost) میں شامل نہیں کیا جاتا، تو یہ صورت اجتماعی نفع کی تھی۔

نفع کسی کا اور نقصان کسی اور کا

اور اگر فرض کرو کہ ایک کروڑ روپیہ بینک سے قرض لے کر جو تجارت کی، اس تجارت میں اس کو نقصان ہو گیا وہ بینک اس نقصان کے نتیجے میں دیوالیہ ہو گیا، اب اس بینک کے دیوالیہ ہونے کے نتیجے میں کس کا روپیہ گیا؟ ظاہر ہے کہ عوام کا گیا۔ تو اس نظام میں نقصان ہونے کی صورت میں سارا نقصان عوام پر ہے۔ اور اگر نفع ہے تو سارا کا سارا قرض لینے والے کا۔

بیمہ کمپنی سے کون فائدہ اٹھا رہا ہے

قرض لینے والے تاجر کا اگر نقصان ہو جائے تو اس نے اس نقصان کی تلافی کے لئے ایک اور راستہ تلاش کر لیا ہے، وہ ہے انشورنس (Insurance) مثلاً فرض کرو کہ روئی کے گودام میں آگ لگ گئی تو اس نقصان کو پورا کرنے کا فریضہ انشورنس کمپنی پر عائد ہوتا ہے اور انشورنس کمپنی میں کس کا پیسہ ہے؟ وہ غریب عوام کا پیسہ ہے اس عوام کا پیسہ ہے جو اپنی گاڑی اس وقت تک سڑک پر نہیں لا سکتے جب تک اس کو انشورڈ (Insured) نہ کرا لیں۔ اور عوام کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ نہیں ہوتا۔ اس کو آگ نہیں لگتی لیکن وہ بیمہ کی قسطیں (Premium) ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

ان غریب عوام کے بیمہ کی قسطوں سے انشورنس کمپنی کی عمارت تعمیر کی گئی، اور غریب عوام کے ڈپازیٹ کے ذریعہ تاجر کے نقصان کی تلافی کرتے ہیں، لہٰذا یہ سارا گورکھ دھندا اس لئے کیا جا رہا ہے تاکہ اگر نفع ہو تو سرمایہ دار تاجر کا ہو، اور اگر نقصان ہو تو عوام کا ہو، اس کے نتیجے میں یہ صورت حال ہو رہی ہے۔ بینک میں جو پوری قوم کا روپیہ ہے۔ اگر اس کو صحیح طریقے پر استعمال کیا جاتا تو اس کے تمام منافع بھی عوام کو حاصل ہوتے۔ اور اب موجودہ نظام میں تقسیم دولت (Distribution of Wealth) کا جو سسٹم ہے۔ اس کے نتیجے میں دولت نیچے کی طرف

جانے کے بجائے اوپر کی طرف جارہی ہے۔ انہی خرابیوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کھانا ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کاری کرنا۔ اتنا سنگین گناہ اس لئے ہے کہ اس کی وجہ سے پوری قوم کو تباہی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

سود کی عالمی تباہ کاری

آج سے پہلے ہم "سود" کو صرف اس لئے حرام مانتے تھے کہ قرآن کریم نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ہمیں اس کے عقلی دلائل سے زیادہ بحث نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب حرام قرار دے دیا ہے۔ بس حرام ہے، لیکن آج اس کے نتائج آپ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں آج پوری دنیا میں انٹرسٹ کا نظام جاری ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے اس ملک (امریکہ) کا دنیا میں طوطی بول رہا ہے۔ اور اب تو اس کا دوسرا حریف بھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور اب کوئی اس سے ٹکر لینے والا موجود نہیں، لیکن پھر بھی اقتصادی ابتری کا شکار ہے۔ اس کی بنیاد بھی انٹرسٹ ہے، اس لئے یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غریب فقیر قسم کے لوگ سود پر قرض لیا کرتے تھے۔ ان سے سود کا مطالبہ کرنا حرام تھا، لیکن آج اگر کوئی شخص کمرشل لون پر سود لے رہا ہے تو اس کو حرام نہیں ہونا چاہئے عقلی اور معاشی اعتبار سے یہ بات درست نہیں ہے، اگر کوئی غیر جانبداری سے اس نظام کا مطالعہ کرے تو اس کو پتہ چل جائے گا کہ اس نظام نے دنیا کو تباہی کے آخری

کنارے تک پہنچا دیا ہے۔ اور انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ اور ان کو پتہ چل جائے گا کہ قرآن کریم نے سود کے خلاف اعلان جنگ کیوں کیا تھا؟ یہ تو سود کی حرمت کا ایک پہلو تھا جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا۔

سودی طریقہ کار کا متبادل

لیکن دوسرا سوال بھی بہت اہم ہے جو آجکل لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم یہ تو مانتے ہیں کہ انٹرسٹ حرام ہے۔ لیکن اگر انٹرسٹ کو ختم کر دیا جائے تو پھر اس کا متبادل طریقہ کیا ہوگا جس کے ذریعہ معیشت کو چلایا جائے؟ اس واسطے کہ آج پوری دنیا میں معیشت کی روح انٹرسٹ پر قائم ہے۔ اور اگر اس کی روح کو نکال دیا جائے تو اس کو چلانے کا دوسرا کوئی طریقہ نظر نہیں آتا۔ اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ انٹرسٹ کے سوا کوئی دوسرا نظام موجود ہی نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو ممکن اور قابل عمل (Practicable) نہیں ہے۔ اور اگر کسی کے پاس قابل عمل طریقہ موجود ہے تو وہ بتائے کہ کیا ہے؟

اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے۔ اور ایک مجلس میں اس موضوع کا پورا حق ادا ہونا ممکن بھی نہیں ہے۔ اور اس کا جواب تھوڑا سا ٹیکنیکل بھی ہے۔ اور اس کو عام فہم اور عام الفاظ میں بیان کرنا آسان بھی نہیں ہے، لیکن میں اسکو عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ حضرات کی سمجھ میں آجائے۔

ناگزیر چیزوں کو شریعت میں ممنوع قرار نہیں دیا گیا

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام قرار دے دیا کہ یہ چیز حرام ہے۔ تو پھر یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ چیز ناگزیر ہو، اس لئے کہ اگر وہ چیز ناگزیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو حرام قرار نہ دیتے۔ اس لئے کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

"لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا"

(سورۃ البقرہ: ۲۸۶)

یعنی اللہ تعالیٰ انسان کو کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتے جو اس کی وسعت سے باہر ہو۔ لہٰذا ایک مومن کے لئے تو اتنی بات بھی کافی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کو حرام قرار دے دیا تو چونکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے کہ کونسی چیز انسان کے لئے ضروری ہے۔ اور کون سی چیز ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا جب اس چیز کو حرام قرار دے دیا تو یقیناً وہ چیز ضروری اور ناگزیر نہیں ہے۔ اس چیز میں کہیں خرابی ضرور ہے جس کی وجہ سے وہ ضروری اور ناگزیر معلوم ہو رہی ہے تو اب اس خرابی کو دور کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ اور یہ چیز ناگزیر ہے۔

سودی قرض کا متبادل قرض حسنہ ہی نہیں ہے

دوسری بات یہ ہے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں انٹرسٹ (Interest) جس کو قرآن کریم حرام قرار دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ جب کسی کو قرض دیا جائے تو ان کو غیر سودی قرض (Interest - Free Loan) دینا چاہئے۔ اور اس پر کسی منافع کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب انٹرسٹ ختم ہو جائے گا تو ہمیں پھر غیر سودی قرضے ملا کریں گے، پھر جتنا قرض چاہیں حاصل کریں، اور اس سے کوٹھیاں بنگلے بنائیں۔ اور اس سے فیکٹریاں قائم کریں۔ اور ہم سے کسی انٹرسٹ کا مطالبہ نہیں ہوگا۔ اور اسی سوچ کی بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ یہ صورت قابل عمل (Practicable) نہیں ہے اس لئے کہ جب ہر شخص کو سود کے بغیر قرض دیا جائے گا تو پھر اتنا پیسہ کہاں سے آئے گا کہ سب لوگوں کو بغیر سود کے قرضہ دے دیا جائے؟

سودی قرض کا متبادل "مشارکت" ہے

یاد رکھئے کہ انٹرسٹ کا متبادل (Alternative) قرض حسنہ نہیں ہے کہ کسی کو ویسے ہی قرض دے دیا جائے بلکہ اس کا متبادل "مشارکت" ہے یعنی جب کوئی شخص کاروبار کے لئے قرضہ لے رہا ہے تو وہ قرض دینے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تمہارے کاروبار میں حصہ دار

جتنا چاہتا ہوں، اگر تمہیں نفع ہو گا تو اس نفع کا کچھ حصہ مجھے دینا پڑے گا اور اگر نقصان ہو گا تو اس نقصان میں بھی میں شامل ہوں گا، تو اس کاروبار کے نفع اور نقصان دونوں میں قرض دینے والا شریک ہو جائے گا۔ اور یہ مشارکت ہو جائے گی، اور یہ انٹرسٹ کا متبادل طریقہ کار (Alternative System) ہے۔

اور "مشارکت" کا نظریاتی پہلو تو میں آپ کے سامنے پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ انٹرسٹ کی صورت میں تو دولت کا بہت معمولی حصہ کھاتہ دار (Depositor) کو ملتا ہے لیکن اگر "مشارکت" کی بنیاد پر کاروبار کیا جائے۔ اور سرمایہ کاری (Financing) "مشارکت" کی بنیاد پر ہو تو اس صورت میں تجارت کے اندر جتنا نفع ہو گا اس کا ایک متناسب (Proportionate) حصہ کھاتہ داروں کی طرف بھی منتقل ہو گا اور اس صورت میں تقسیم دولت (Distribution of Wealth) کا اوپر کی طرف جانے کے بجائے نیچے کی طرف آئے گا۔ لہٰذا اسلام نے جو متبادل نظام پیش کیا وہ "مشارکت" کا نظام ہے۔

مشارکت کے بہترین نتائج

لیکن یہ "مشارکت" کا نظام چونکہ موجودہ دنیا میں ابھی تک کہیں جاری نہیں ہے اور اس پر عمل نہیں ہوا اس لئے اس کی برکات بھی لوگوں کے سامنے نہیں آرہی ہیں، ابھی گذشتہ بیس پچیس سال کے دوران

مسلمانوں نے مختلف مقامات پر اس کی کوششیں کی ہیں کہ وہ ایسے مالیاتی ادارے اور بینک قائم کریں جو انٹرسٹ کی بنیاد پر نہ ہوں بلکہ ان کو اسلامی اصولوں کی بنیاد پر چلایا جائے اور شاید آپ کے علم میں بھی یہ بات ہوگی کہ اس وقت پوری دنیا میں کم از کم اسی سے لے کر سو تک ایسے بینک اور سرمایہ کاری کے ادارے قائم ہو چکے ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اسلامی اصولوں پر اپنے کاروبار کو چلا رہے ہیں اور انٹرسٹ سے پاک کاروبار کر رہے ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ ان کا یہ دعویٰ سو فیصد صحیح ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوں۔ لیکن بہر حال! یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں تقریباً ایک سو ادارے اور بینک غیر سودی نظام پر کام کر رہے ہیں اور یہ صرف اسلامی ملکوں میں نہیں بلکہ بعض مغربی اور یورپین ممالک میں بھی کام کر رہے ہیں۔ ان بینکوں اور اداروں نے "مشارکہ" کے طریقے پر عمل کرنا شروع کیا ہے۔ اور جہاں کہیں "مشارکہ" کے طریقے کو اپنایا گیا۔ وہاں اس کے بہتر نتائج نکلے ہیں۔ ہم نے پاکستان میں ایک بینک میں اس کا تجربہ کیا۔ اور میں نے خود اس کی "مذہبی نگراں کمیٹی" کے ممبر ہونے کی حیثیت سے اس کا معائنہ کیا۔ اور اس میں "مشارکہ" کے اندر بعض اوقات حصہ داروں کو بیس فیصد نفع بھی دیا گیا۔ لہٰذا اگر "مشارکہ" کو وسیع پیمانے پر کیا جائے تو اس کے نتائج اور بھی زیادہ بہتر نکل سکتے ہیں۔

"مشارکت" میں عملی دشواری

لیکن اس میں ایک عملی دشواری ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص مشارکہ کی بنیاد پر بینک سے پیسے لے گیا۔ اور "مشارکہ" کے معنی نفع اور نقصان میں شرکت (Profit and Loss Sharing) کے ہیں کہ اگر نفع ہوگا تو اس میں بھی شرکت ہوگی اور اگر نقصان ہوگا تو اس میں بھی شرکت ہوگی تو افسوس ناک بات یہ ہے کہ خود ہمارے عالم اسلام میں بد دیانتی اتنی عام ہے۔ اور بگاڑ اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اب اگر کوئی شخص اس بنیاد پر بینک سے پیسے لے کر گیا کہ اگر نفع ہوا تو نفع لا کر دوں گا، اور اگر نقصان ہوا تو نقصان بنک کو بھی برداشت کرنا پڑے گا تو وہ پیسے لے کر جانے والا شخص کبھی پلٹ کر نفع لے کر نہیں آئے گا۔ بلکہ وہ ہمیشہ یہ ظاہر کرے گا کہ مجھے نقصان ہوا ہے۔ اور وہ بینک سے کہے گا کہ بجائے اس کے کہ آپ مجھ سے نفع کا مطالبہ کریں۔ بلکہ اس نقصان کی تلافی کے لئے مجھے مزید رقم دیں۔

عملی پہلو کا یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ مگر اس کا تعلق اس "مشارکہ" کے نظام کی خرابی سے نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ "مشارکہ" کا نظام خراب ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کا تعلق ان انسانوں کی خرابی سے ہے جو اس نظام پر عمل کر رہے ہیں، ان عمل کرنے والوں کے اندر اچھے اخلاق دیانت اور امانت نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے "مشارکہ" کے نظام میں یہ خطرات موجود ہیں کہ لوگ بینک سے "مشارکہ" کی بنیاد پر پیسے لے جائیں گے۔ اور پھر کاروبار میں

نقصان دکھا کر بینک کے ذریعہ ڈیپازیٹر کو نقصان پہنچائیں گے۔

اس دشواری کا حل

لیکن یہ مسئلہ کوئی ناقابل حل مسئلہ نہیں ہے اور ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس کا حل نہ نکالا جا سکے۔ اگر کوئی ملک اس "مشارکہ" کے نظام کو اختیار کرے تو وہ بآسانی یہ حل نکال سکتا ہے کہ جس کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ اس نے بد دیانتی سے کام لیا ہے اور اپنے اکاؤنٹس صحیح بیان (Declare) نہیں کئے، تو حکومت ایک مدت دراز کے لئے اس کو بلیک لسٹ (Black List) کر دے، اور آئندہ کوئی بینک اس کو فائنانسنگ کی کوئی سہولت فراہم نہ کرے اس صورت میں لوگ بد دیانتی کرتے ہوئے ڈریں گے۔ آج بھی جائنٹ اسٹاک کمپنیاں کام کر رہی ہیں، اور وہ اپنے بیلنس شیٹ (Balance Sheet) شائع کرتی ہیں۔ اور اس بیلنس شیٹ میں اگرچہ بد دیانتی بھی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس میں وہ اپنا نفع ظاہر کرتی ہیں۔ اس لئے اگر "مشارکہ" کو پورے ملکی سطح پر اختیار کریں تو اس حل کو اختیار کیا جا سکتا ہے البتہ جب تک "مشارکہ" کو ملکی سطح پر اختیار نہیں کیا جاتا۔ اس وقت تک انفرادی (Individual) اداروں کو "مشارکہ" پر عمل کرنا دشوار ہے، لیکن اپنے انفرادی ادارے سلیکٹڈ (Selected) بات چیت کے ذریعہ مشارکہ کر سکتے ہیں

دوسری متبادل صورت "اجارہ"

اس کے علاوہ اسلام کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسا دین عطا فرمایا ہے کہ اس میں "مشارکہ" کے علاوہ بینکنگ اور فائینانسنگ کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ مثلاً ایک طریقہ اجارہ (Leasing) کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص بینک سے پیسہ مانگنے آیا، اور بینک نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس ضرورت کے لئے پیسے چاہئے؟ اس نے بتایا کہ مجھے اپنے کارخانے میں ایک مشینری باہر سے منگا کر لگانی ہے۔ تو اب بینک اس شخص کو پیسے نہ دے۔ بلکہ خود اس مشینری کو خرید کر اس شخص کو کرایہ پر دے دے۔ اس عمل کو اجارہ (Leasing) کہا جاتا ہے البتہ آجکل فائینانسنگ اداروں اور بینک میں فائینانشل لیزنگ کا جو طریقہ رائج ہے، وہ شریعت کے مطابق نہیں ہے اس اگریمنٹ میں بہت سی شقیں (Clauses) شریعت کے خلاف ہیں، لیکن اس کو شریعت کے مطابق آسانی کے ساتھ بنایا جاسکتا ہے، پاکستان میں متعدد فائینانشل ادارے ایسے قائم ہیں جن میں لیزنگ اگریمنٹ شریعت کے مطابق ہیں، اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

تیسری متبادل صورت "مرابحہ"

اسی طرح ایک اور طریقہ ہے، جس کا آپ نے نام سنا ہوگا، وہ ہے "مرابحہ فائینانسنگ" یہ بھی کسی شخص سے معاملہ کرنے کا ایک

طریقہ ہے جس میں نفع پر وہ چیز بیچ دی جاتی ہے قرض کیجئے کہ ایک شخص بینک سے اس لئے قرض لے رہا ہے کہ وہ خام مال (Raw Material) خریدنا چاہتا ہے، وہ بینک اس کو خام مال خریدنے کے لئے پیسے دینے کے بجائے وہ خود خام مال خرید کر اس کو نفع پر بیچ دے یہ طریقہ بھی شرعاً جائز ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مرابحہ کی یہ صورت تو ہاتھ گھما کر کان پکڑنے والی بات ہو گئی، کیونکہ اس میں بینک سے نفع لینے کے بجائے دوسرے طریقے سے نفع وصول کر لیا۔ یہ کہنا درست نہیں، اس لئے کہ قرآن کریم نے فرمایا کہ:

" واحل الله البيع وحرم الربا "

(سورۃ البقرۃ ۲۷۵:)

یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے اور مشرکین مکہ بھی تو یہی کہا کرتے تھے کہ بیع بھی تو ربا جیسی ہے، اس میں بھی انسان نفع کماتا ہے اور ربا میں بھی انسان نفع کماتا ہے، پھر دونوں میں فرق کیا ہے؟ قرآن کریم نے انکا ایک ہی جواب دیا کہ یہ ہمارا حکم ہے کہ ربا حرام ہے اور بیع حلال ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ روپیہ کے اوپر روپیہ نہیں لیا جا سکتا، اور روپیہ پر منافع نہیں لیا جا سکتا، لیکن اگر درمیان میں کوئی چیز یا مال تجارت آ جائے۔ اور اس کو فروخت کر کے نفع حاصل کرے اس کو ہم نے حلال قرار دیا ہے، اور مرابحہ کے اندر درمیان میں مال آ جاتا ہے اس لئے شریعت کے اعتبار سے یہ سودا (Transaction) جائز ہو جاتا

ہے۔

پسندیدہ متبادل کونسا ہے؟

لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا یہ مرابحہ اور "لیزنگ (Leas-ing) مطلوبہ اور پسندیدہ متبادل (Ideal Alternative) نہیں ہیں، اور اس سے تقسیم دولت (Distribution of Wealth) پر کوئی بنیادی اثر نہیں پڑتا۔ البتہ پسندیدہ متبادل "مشارکہ" ہے لیکن آئندہ جو منفرد (Individual) ادارے قائم کئے جائیں، ان کے لئے آزمائشی اور تجرباتی مدت (Transitory Period) میں مرابحہ" اور "لیزنگ" پر بھی عمل کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اور اس وقت بھی کچھ فائینانشل انسٹیٹیوشن ان بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔

بہرحال! یہ تو "سود" اور اس کے متعلقات کے بارے میں عام باتیں تھیں جو میں نے عرض کر دیں۔

"سود" سے متعلق ایک مسئلہ اور ہے، جس کی صدائے بازگشت بار بار سنائی دیتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دارالحرب جہاں غیر مسلم حکومت ہو وہاں سود کے لین دین میں کوئی قباحت نہیں، وہاں غیر مسلم حکومت سے سود لے سکتے ہیں اس مسئلہ پر بھی بہت لمبی چوڑی بحثیں ہوئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ چاہے دارالحرب ہو یا دارالاسلام۔ جس طرح سود دارالاسلام میں حرام ہے، اسی طرح دار

الحرب میں بھی حرام ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عام آدمی کو چاہئے کہ اپنا پیسہ بینک کے اندر کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھے، جہاں پیسوں پر سود نہیں لگتا، لیکن اگر کسی شخص نے غلطی سے سیونگ اکاؤنٹ (Saving Account) میں پیسے رکھ دیئے ہیں اور اس رقم پر سود مل رہا ہے تو پاکستان میں تو ہم لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ سود کی رقم بینک میں چھوڑ دو، لیکن ایسے ملکوں میں جہاں ایسی رقم اسلام کے خلاف کام پر خرچ ہوتی ہے۔ وہاں اس شخص کو چاہئے کہ وہ سود کی رقم بینک سے وصول کرکے کسی مستحق زکوٰۃ شخص کو ثواب کی نیت کے بغیر صرف اپنی جان چھڑانے کے لئے صدقہ کر دے اور خود اپنے استعمال میں نہ لائے۔

عصر حاضر میں اسلامی معیشت کے ادارے

ایک بات اور عرض کر دوں وہ یہ کہ یہ کام نسبتاً ذرا مشکل لگتا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم مسلمانوں کو اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ ہم خود ایسے مالیاتی ادارے قائم کریں جو اسلامی بنیادوں پر کام کریں اور جیسا کہ میں نے ابھی آپ کے سامنے عرض کیا کہ "مشارکہ" "مرابحہ" اور "لیزنگ" کی مکمل اسکیمیں موجود ہیں، اور ان بنیادوں پر مسلمان اپنے ادارے قائم کر سکتے ہیں، اور یہاں کے مسلمان ماشاء اللہ اس بات کو سمجھتے ہیں اور اس میں خود ان کے مسائل کا بھی حل ہے، ان کو چاہئے کہ یہاں رہ کر فائنانشل انسٹیٹیوٹ قائم کریں۔ امریکہ میں

میرے علم کے مطابق کم از کم بادوستک کی حد تک دو ادارے موجود ہیں، اور وہ صحیح اسلامی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ ایک ٹورنٹو میں اور ایک لاس اینجلس میں ہے اب ان اداروں کی تعداد میں اضافہ ہونا چاہئے اور مسلمانوں کو اپنے طور پر ایسے ادارے قائم کرنے چاہئیں لیکن اس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ ماہر فقہاء اور مفتی حضرات سے مشورہ کر کے اس کا نظام قائم کریں۔ اور اس سلسلے میں اگر آپ مجھ سے بھی خدمت لینا چاہیں گے تو میں ہر قسم کی خدمت کے لئے حاضر ہوں جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس وقت دنیا میں تقریباً سو ادارے کام کر رہے ہیں۔ اور تقریباً ۵ سال سے میں ان اداروں میں خدمت کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کے لئے کوئی بہتر راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔